Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04, Serial No. 376-378, 2025

لاہور میں سنسکرت کی ترویج: الفریڈ کوپر وولنر کا حصہ

(نودریافت شدہ دستاویزات کی روشنی میں)

محمد ارسلان، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

WOOLNER'S CONTRIBUTION TO DISSEMINATION OF SANSKRIT IN LAHORE

(IN THE LIGHT OF NEWLY DISCOVERED DOCUMENTS)

Muhammad Arsalan, PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. College University, Lahore

Abstract

Alfred Woolner was a renowned Sanskrit scholar who made significant contributions to the promotion and study of Sanskrit in Punjab. As a professor and later the Vice-Chancellor of Punjab University, Lahore, he played a crucial role in establishing Sanskrit schools in the region, ensuring that students had access to Vedic texts and classical Sanskrit literature. He organized and facilitated performances of original Sanskrit plays, helping to preserve the theatrical traditions of ancient India. Woolner also built an extensive collection of Sanskrit books, which remains the largest repository of Sanskrit literature in Pakistan today. His dedication to Sanskrit studies led him to travel across Punjab, fostering interest in the language and its rich heritage. Through his efforts, he firmly rooted Sanskrit scholarship in the land, leaving a lasting academic and cultural legacy.

Keywords:
Alfred Woolner, Sanskrit, literature, Punjab University, Lahore, India

ممکن ہے عام قاری کے لیے الفریڈ کوپر وولنر (Alfred Cooper Woolner ۱۳ مئی ۱۸۷۸ء۔۰۷ جولائی ۱۹۳۶ء) کا نام اجنبی ہو لیکن لاہور کے مال روڈ پر عجائب گھر کے متوازی وہ پُر شکوہ مجسمہ نامانوس نہیں ہو سکتا جو پنجاب یونی ورسٹی اولڈ کیمپس کی دیوار کے کنارے؛ بُور لدے چھتناروں کے نیچے، پچھلے چھیاسی برس کی تاریخ کا شاہد ہے۔ اس بازعب اور پُر شکوہ مجسمے سے اعراض ممکن نہیں۔ آج شاید الفریڈ کوپر وولنر کے بارے میں کم لوگ جانتے ہوں لیکن ایک وقت تھا جب لاہور کی ساری علمی اور ادبی مجلسیں اس کے نام اور موجودگی کے بغیر نامکمل تھیں۔ ۱۹۰۳ء میں جب اس نے لاہور میں ورود کیا تو انارکلی کے پہلو میں مال روڈ کی حالت ایک کچی، نیم تاریک اور مٹی کی تہوں میں گم شاہراہ سے بڑھ کر نہ تھی لیکن ۱۹۳۶ء کی جس رات اس نے اس شہرِ پُر فسوں پر نگاہِ آخریں کی، یہ سڑک اُن لازوال عمارتوں اور پُر بہار رونقوں کے سائے میں تھی جن سے مال روڈ کی موجودہ چکاچوند قائم ہے۔

وولنر کی پیدائش ۱۳ مئی ۱۸۷۸ء کو اِٹروریا ہال سٹیفورڈ شائر(Etruria Hall Staffordshire) میں ہوئی۔(۱) لاہور کے کیتھڈرل چرچ(The Cathedral Church of Resurrection) کے تدفینی دفتر(Burial Register) کے مطابق اس کا تعلق پروٹسٹنٹ کلیسا سے تھا۔(۲) وولنر کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر ہی پر ہوئی، یہ زمانہ بارہ برس کو محیط ہے؛ اس کی والدہ کیتھرین جس کے بارے میں ہم بد قسمتی سے کچھ نہیں جانتے، ایک خانگی ماما کے ہم راہ اس کی اولین استاد تھی۔(۳) گمانِ غالب ہے کہ وہ فنونِ لطیفہ اور ادب سے محبت رکھنے والی تعلیم یافتہ خاتون ہو گی۔ ماما خود بھی زبانوں کی شوقین تھی؛ اس نے معصوم الفریڈ کے دماغ میں بھی اسی محبت کی صورت گری کی اور اسے مشرقی و مغربی ادبیات کی طرف راغب کیا۔ الفریڈ کے والد ہنری وولنر اسکول ہیڈماسٹر ہونے کے ساتھ ساتھ دستکار(Pottery Artist) اور شاعر تھے۔ فنونِ لطیفہ کے اس ماحول نے ننھے الفریڈ کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

بارہ سال کی عمر میں الفریڈ (وولنر) کو اِپسوچ کے تاریخی اسکول کوئین الزبتھ اسکول (گرامر) میں داخل کروایا گیا۔ اسکول میں وولنر نے کامیابی کے ساتھ سات برس (۱۸۹۰۔۱۸۹۷ء) گزارے۔ یہ زمانہ اس کے لیے نہایت زرخیز ثابت ہوا۔ کوئین الزبتھ اسکول کے کاغذات میں اسے "بہترین طالب علم" لکھا گیا ہے۔(۴) وہ کلاسیکی زبانوں کو سیکھنے کا شوقین تھا؛ مشرقی ثقافت کے ساتھ ساتھ لاطینی، یونانی اور قدیم رومانی

زبانیں اس کے نوجوان ذہن کو تخیل کے شبدیز پر سوار کرتیں۔ اسکول کا ریکارڈ بتاتا ہے: وہ سالانہ ڈرامے میں ضرور حصہ لیتا اور اس کی اداکاری کو سراہا جاتا۔ وہ ڈرامیٹک کلب کا سیکرٹری بھی رہا۔ شیکسپیئر کے ڈراموں بالخصوص اس کے مشرقی کرداروں سے اسے نمایاں رغبت تھی۔ وہ ان مشرقی کرداروں کے مطابق ” اپنی شخصیت کو ڈھالنے کی حیرت انگیز صلاحیت “ سے بہرہ وَر تھا۔ (۵) وولنر کے یہ جوہر ہندوستان کے تینتیس سالہ قیام کے دوران کھل کر سامنے آئے۔ ملحوظ رہے کہ کوئین الزبتھ اسکول اِپسوچ کو اعزاز حاصل ہے کہ شیکسپیئر نے اپنے ڈرامے (ہنری ہفتم) میں اس اسکول کا ذکر کر رکھا ہے۔ شیکسپیئر کے بتیس ڈراموں میں حوالے کے طور پر آنے والا یہ واحد برطانوی تعلیمی ادارہ ہے۔ (۶) اس بات کا احساس بہ خوبی ہو سکتا ہے کہ اس ادارے کے طلبا و اساتذہ شیکسپیئر کا ڈارمہ پڑھتے یا کھیلتے ہوئے کیسی ہم دلی (Empathy) محسوس کرتے ہوں گے۔ تربیت کے ان زاویوں اور اعتماد نے الفریڈ کی شخصیت پر دوررَس اثرات مرتب کیے۔

۱۸۹۶ء کے آخر میں اس نے اسکول کے زمانے ہی میں ٹرینیٹی کالج، آکسفرڈ میں داخلے کا امتحان دیا تھا۔ اس زمانے میں آرٹ اور زبانوں سے محبت رکھنے والے طلبا کے لیے ٹرینیٹی کالج حقیقی معنوں میں دارالحکمہ تھا۔ وولنر نے ٹرینیٹی کالج میں جیمز وظیفے کا امیدوار تھا۔ جیمز وظائف سے متمتع ہونے والے تمام طلباء کے لیے ٹرینیٹی کالج کی فیس اور رہائش کے اخراجات معاف تھے۔ البتہ آکسفرڈ کالج کے شائع شدہ ریکارڈ کی تفصیلات کے مطابق جیمز وظیفے کے ہر طالب علم کے لئے لازم تھا کہ وہ Literae Humaniores کی تعلیم حاصل کرے؛ اس ڈگری کو سہولت کے لیے آج ہم ”کلاسیکی ادبیات “ سے منسوب کرسکتے ہیں۔ (۷)

اس چار سالہ ڈگری میں وولنر نے یونانی و رومی فلسفے کے علاوہ تاریخ اور ادبیاتِ عالیہ (مشرقی و مغربی) کے مضامین پڑھے۔ دیگر مضامین کے علاوہ اچاریہ فلسفہ کی مبادیات بھی اس اس ڈگری کا حصہ تھیں؛ یقیناً اس مضمون نے اس کے اندر سنسکرت کا ذوق و شوق پیدا کیا۔ مشرقی علوم میں اس کے انہماک کو دیکھتے ہوئے آکسفرڈ یونی ورسٹی نے ۱۹۰۱ء میں اسے سنسکرت کے معروف وظیفے ” بوڈن اسکالر شپ “(Boden Scholarship) سے سرفراز کیا۔ (۸)

اس چار سالہ ڈگری میں اس نے سنسکرت زبان میں چاروں ویدوں اور اُپنشدوں کے جامع انتخاب کے علاوہ پورانوں کی روایات، ہندو اساطیر اور بدھ فلسفہ کو گہرائی میں پڑھا۔ وہ زبانوں کا ایسا شائق تھا کہ

ہندوستان آنے سے پہلے فراغت کے اوقات میں اپنے ایک دوست کے ہم راہ چینی زبان بھی سیکھا کرتا تھا۔ ٹائمز نے اپنے تعزیت نامے میں لکھا ہے کہ وہ ہسپانوی زبان سے اتنی کامل واقفیت رکھتا تھا کہ اِبانیز (Ibanez) کی اصل کتابوں کو ہسپانوی میں پڑھ سکتا تھا۔(۹)

۲۳ اگست ۱۹۰۲ء میں پرنسپل اورینٹل کالج لاہور ڈاکٹر اے ڈبلیو سٹراٹن (Dr.A.W.Stratton) کے ناگہانی انتقال (گلمرگ، کشمیر) کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں پرنسپل کی مستقل آسامی خالی ہوئی۔ آنجہانی سٹراٹن بھی سنسکرت کا پروفیسر تھا اور اَن تھک محقق؛ اس کی موت سے سنسکرت کے کئی سوالوں کے جواب ہمیشہ کے لیے تشنہ رہ گئے۔ اورینٹل کالج کی پرنسپلی کی مستقل نشست کے لیے وولنر کا نام کس نے پیش کیا، یہ ایک معمہ ہے۔ راقم کا قیاس ہے کہ اس کی تقرری کی تجویز علامہ اقبال کے فلسفے کے استاد اور معروف عربی عالم ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W Arnold) نے پیش کی ہو گی۔ آرنلڈ مشرقی ادبیات کے فاضل اور سر سید احمد خان کے قریبی دوستوں میں شامل تھے۔ انگلستان میں مشرقی ادبیات میں فارغ التحصیل ہونے والوں پر ان کی گہری نظر تھی۔ ٹرینیٹی کالج میں تاریخ کا پروفیسر ہنری سٹورٹ جونز اس کے دوستوں میں شامل تھا۔ جونز، وولنر کا استاد تھا۔ دوسری جانب اس زمانے میں پنجاب یونی ورسٹی کی انتظامیہ اور وائس چانسلر سر لیوس ٹپر بھی، آرنلڈ کی رائے کو صائب جانتے تھے۔(۱۰)

وولنر ہندی فلسفے کے حوالے سے مغربی فلسفے اور مشرقی ادبیات کے معروف عالم ٹی ڈبلیو آرنلڈ کا ہم پلہ خیال کیا جاتا تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ اس نے سنسکرت جیسی ادَق اور نامانوس زبان میں یہ درجہ محض پچیس سال کی عمر میں حاصل کیا۔ اتنی کم عمری میں اس سے پہلے سنسکرت کے صرف ایک ہی پروفیسر کی مثال ملتی ہے جس نے الفریڈ وولنر کی اورینٹل کالج لاہور میں آمد (۱۹۰۳ء) سے عین تین دہائیاں قبل ایلفِن سٹون کالج بمبئی میں سنسکرت کی تدریس شروع کی: ہماری مراد سنسکرت کے معروف اسکاٹش عالم پروفیسر پیٹر پیٹرسن (Peter Peterson) سے ہے۔ پیٹرسن کی تقرری محض پچیس سال کی عمر میں سنسکرت کے 'پروفیسر' کے طور پر ہوئی تھی۔(۱۱)

اوپر وولنر کی تقرری کے سلسلے میں آرنلڈ کی مساعی کا ذکر ہوا۔ راقم کے اس قیاس کا وزن اس بات سے بھی بڑھتا ہے کہ پنجاب یونی ورسٹی سے منسلک ہونے کے بعد وہ کچھ مہینوں کے لیے لیک روڈ پر آرنلڈ کے بنگلے میں قیام پذیر بھی رہا ہے۔(۱۲)

بہ ہر صورت ۱۹ اپریل ۱۹۰۳ء میں الفرڈ وولنر نے اورینٹل کالج کے پرنسپل اور پنجاب یونی ورسٹی کے رجسٹرار کے طور پر عہدہ سنبھالا۔ اس وقت اس کی عمر محض پچیس برس تھی۔ "تاریخ اورینٹل کالج لاہور" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار میں دی گئی ۱۹۰۳ء کی ایک تصویر میں اسے دیگر اساتذہ کے ہم راہ دیکھا جا سکتا ہے۔(۱۳) جوان خدوخال کا چست و توانا الفریڈ وولنر تصویر میں آرنلڈ کے پہلو میں بیٹھا ہے۔

وولنر نے بہ طور پرنسپل اورینٹل کالج انتظامی امور کے علاوہ ویدک ادب کی تدریس اور کلاسیکی سنسکرت کی ڈرامائی تشکیل پر خصوصی توجہ دی۔ اس نے اورینٹل کالج میگزین کے ہندی بھاگ (ہندی لپی) میں کلاسیکی ادب پر خیال افروز مختصر مضامین تحریر کیے ہیں۔(۱۴) یہ مضامین ویدک ادب کے علاوہ، اپنشد، پورانوں اور پالی کے ارتقا کے حوالے سے ہیں۔ اس نے مہابھارت کے اشلوکوں کا مغربی فلسفے سے تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔

اسی دور میں اس نے گپتا عہد (۳۴۳-۴۱۴ء) کے بے مثال شاعر اور ڈراما نگار کالی داس کے ڈرامے "ابھی جنانش شکنتلم" کے کچھ حصوں کو براہِ راست اصل متن میں سٹیج کیا۔ یہ کاوش دو بار ہوئی اور نہایت کامیاب رہی۔ ایچ۔ ایل۔ او۔ گیریٹ کے مطابق "اپنی اصل زبان میں لاہور کی سرزمین پر یہ ڈراما شاید ہزار سال میں پہلی بار کھیلا گیا۔" (۱۵)

گیریٹ کی رائے بظاہر مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے لیکن ۱۹۳۶ء کے اورینٹل کالج میگزین کے ہندی بھاگ نے بھی وولنر کی اس نوع کی کاوشوں کی تائید میں لکھا ہے: "کالج کے افتتاح کی تقریبات کے موقع پر اس نے اورینٹل کالج میں "بھاس شاعر 'پرنیت سواپنواسوادتم' کا لکھا ہوا سنسکرت ڈراما پیش کیا، یہ ایک یادگار اور شاہ کار کام تھا۔ عظیم سنسکرت شاعر اور تپسوِی راج سیکھر کے بعد پنجاب میں رچایا جانے والا یہ پہلا اور کامیاب ناٹک تھا۔"(۱۶)

اورینٹل کالج کی تعطیلات کے زمانے میں وہ دور دراز کے سفر کرتا۔ بنگال، تریپورا، بہار، اڑیسہ، آسام، کیرالہ اور جنوب کے دور دراز کے علاقے اس کو مسحور کرتے۔ ادبی مورخ ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب نے راقم سے وولنر کے بے بہا مخطوطاتی ذخیرے کے ضمن میں ان اسفار کا تذکرہ کیا ہے۔ ان اسفار میں وہ عمومی طور پر اپنے ہم راہ سنسکرت کے بے غرض عالموں اور دوستوں کے ہمراہ ہوتا۔ لاہور میں اس کا شاگرد بنارسی داس (جو بعد ازاں اورینٹل کالج لاہور میں ہندی کا لیکچرر مقرر ہوا) اکثر و بیشتر اس کے سفر کا رفیق ہوتا تھا۔

اس زمانے میں مغربی ڈرامے کے سٹیج کرنے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور کی فضا ساز گار تھی۔ وولنر نے ۱۹۱۰ء کے موسمِ گرما میں گورنمنٹ کالج کے اولڈ ہال میں شیکسپیئر کا ڈراما کھیلا۔ یہ ۲۲ جولائی ۱۹۱۰ء کی معتدل رات تھی۔ڈرامے کا نام" ایک وسط گرما کی رات کا خواب "(A Midsummer Night's Dream)ہے۔وولنر نے اس میں بوٹم کا معروف مزاحیہ کردار ادا کیا۔ کردار وولنر کی فطری ظرافت سے خاصا میل رکھتا ہے۔(۱۷)اس ڈرامے میں وولنر کے کردار کا ذکر ڈاکٹر بنارسی داس نے اپنے انگریزی مضمون کے پاورق کی ایک سطر میں کیا ہے۔

گورنمنٹ کالج لاہور کے اولڈ ہال میں کھیلے جانے والے اس ڈرامے کی تفصیل ۱۹۱۰ء کے راوی کے دو شماروں، جون اور جولائی میں ملتی ہے۔(۱۸)جون ۱۹۱۰ء کے شمارے میں کالج نوٹس (College Notes)کے عنوان کے تحتThe Graduate Unionکی شہ سرخی میں اس ڈرامے کی کچھ تفصیل دی ہے، ملاحظہ ہو:

> The next meeting has been arranged for the 22nd instant. After the usual programme a performance of A Midsummer Night's Dream will be out of doors and stage manager is relying on the moon for his foot lights and Providence for his make-up. It is rumoured that Bottom has gone into strick training on a diet of thistles and the Vicar of Bray and the fairies are taking lessons in aviation from Mr. Wilbur Wright. So it all ought to be very successful. (19)

اس خبر کا مزاح اور اندازِ لطافت بتاتا ہے کہ یہ ڈرامہ کس کامیابی سے کھیلا گیا ہو گا۔ خوش قسمتی سے ہمارے پاس ڈرامے کے کھیلے جانے کی نہایت مختصر روداد اگلے ہی مہینے (جولائی ۱۹۱۰ء) کے راوی میں ان الفاظ میں ملتی ہے:

> A meeting was held on Wednesday, June 22nd at 6 pm. After a business meeting in which a great deal of very important work was got through the members dispersed for tennis and badminton. Afterwards the great number was induced to sit through a performance of A Midsummer Night's Dream by the College Dramatic Society. The Graduate Union expressed itself as satisfied: the performance may

therefore be voted as a huge success. An account of the play will be found elsewhere.(20)

آج سے سوا سو برس قبل کسی معزز تعلیمی ادارے کے سربراہ کا ڈرامے میں شریک ہونا اس کی علمی اور ادبی بے تکلفی کا لطیف ثبوت ہے۔ بنارسی داس نے لکھا ہے کہ وولنر کبھی کبھار گورنمنٹ کالج لاہور میں خوش طبعی کے لیے طلبا کے ساتھ ٹینس یا بیڈ منٹن بھی کھیلا کرتا تھا۔(۲۱)

انگریزی ڈراموں کے ساتھ ساتھ وولنر کی سنسکرت ناٹک سے محبت بے مثال تھی۔ اورینٹل کالج میں سنسکرت ڈراموں کی پیش کش کے لیے لیے وہ وقتاً فوقتاً حکومتِ پنجاب سے مالی امداد کا بھی خواہاں رہا۔ ۱۹۲۶ء میں اس نے سنسکرت کے سالانہ ناٹک کو یادگار بنانے کے لیے پنجاب یونی ورسٹی سے چھ سو روپے منظور کروائے؛ جو اس زمانے میں نہایت خطیر رقم تھی۔ سنسکرت کو عملی طور پر رائج کرنے کے لیے اس کے اقدامات حیران کن تھے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی اورینٹل کالج میں سنسکرت کے پروفیسر موجود تھے، لیکن جس تندہی اور جاں فشانی سے وولنر نے سنسکرت کی خدمت کی، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حیرت انگیز طور پر وہ اپنے تمام منصوبوں میں کامیاب رہا۔ حقیقت یہ ہے: سنسکرت جیسی نادر الوجود زبان کا احیاء چند نہایت اہم شخصی صلاحیتوں کا متقاضی تھا جو خوش قسمتی سے اس کی ذات میں مجتمع ہو چلی تھیں۔

وولنر قدیم رسم الخط سے شناسائی رکھنے والے اُن نادر لوگوں میں سے تھا جو اورینٹل کالج کو میسر آئے۔(۲۲) بیسویں صدی کے آغاز کا لاہور اگرچہ پنجابی تہذیب (کسی قدر اردو بھی) کا مرکز تھا لیکن شہر کی قدامت و اہمیت کے باعث سنسکرت کے مطبع خانے بھی نایاب نہ تھے۔ ان میں ویدک اتہاس، گیان، راما کرشنا بکس، لاجپت پُستک گھر اور مہر چند لچھمن داس سنسکرت بکس زیادہ نمایاں ہیں۔ پنجاب کی سرکاری زبان پنجابی اور اردو تھی؛ اگرچہ لاہور میں ہندو فضلا کی خاطر خواہ تعداد موجود تھی لیکن پاٹ شالوں کو چھوڑ کر اسکول کی سطح پر سنسکرت کی عام تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔

وولنر جانتا تھا: اگر اس کلاسیکی زبان کو یونی ورسٹی کے درجے میں رائج کرنا ہے تو اس کی تیاری اسکول کی سطح سے کرنا ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے برصغیر میں انگریزی حکومت کی تاریخ میں پہلی بار لاہور کے تمام سرکاری ہائی اسکولوں میں سنسکرت، عربی اور فارسی کے امتحان کا اہتمام و انعقاد کیا۔(۲۳) اسکول کی سطح پر سنسکرت پڑھانے کا یہ پہلا موقع تھا۔ مضمون کے مطابق اس نے سنسکرت کے علیحدہ اسکول بھی کھولے۔(۲۴) وہ ویدوں کا مدرّس تھا؛ ہندو فلسفے اور اچاریہ سے کامل آگاہی رکھتا تھا؛ بدھا کے تصورات

اس کی حساس طبیعت کو انگیجت کرتے تھے۔ وولنر کی کوششوں سے ۲۷/۱۹۲۶ء میں اورینٹل کالج کی عمارت تعمیر ہوئی۔ عمارت کے افتتاح کے موقع پر اس نے اورینٹل کالج کے قیام اور اس کی تاریخ پر جامع مضمون پڑھا، بعد ازاں گورنر پنجاب کے سامنے پڑھے جانے والے اس مضمون کا ملخص اورینٹل کالج میگزین کے پہلے شمارے (۱۹۲۵ء) میں بھی شائع ہوا۔ اورینٹل کالج کی تعمیر کی افتتاحیہ تقریبات کے سلسلے میں ۱۹۲۶ء کے ویدک دور کے ناٹک نے شائقین کو انگشت بدنداں کر دیا۔(۲۵)

وولنر کو پنجاب یونی ورسٹی میں آمد کی ابتدا ہی سے لائبریری کا اضافی چارج بھی دیا گیا تھا۔ وولنر کی کتابوں سے ذاتی دل چسپی اور عادتِ سیر و سیاحت نے کتاب خانے کو غیر معمولی فائدہ پہنچایا۔ بروس نے لکھا ہے: پنجاب یونی ورسٹی کا کل کتب خانہ دو الماریوں پر مشتمل تھا۔(۲۶) یعنی ورسٹی کی لائبریری وولنر سے پہلے قابلِ ذکر تھی نہ لائقِ لحاظ۔ اٹھارہ سوا سّی کی دہائی کے آخر میں پنڈت کاشی ناتھ کنٹے نے ذاتی دل چسپی کی بنا پر شہروں شہروں کے علمی اسفار سے کتابیں اور مخطوطے جمع کرنا شروع کر دیے تھے۔ بعد ازاں وولنر اور لالہ لبھو رام نے مل کر اس سست رفتار کام کو آگے بڑھایا۔ وولنر نے اپنے ذاتی وسائل کو کتابوں کی خریداری اور نادر مخطوطوں کی دست یابی کے لیے وقف کر دیا۔ ابتدائی طور پر اورینٹل کالج لاہور میں اس کی تنخواہ پانچ سو روپے ماہانہ مقرر ہوئی تھی؛ بروڈرِب کے بقول وہ اپنی تنخواہ کا چوتھائی حصہ کتابوں پر صرف کرتا۔(۲۷) یونی ورسٹی کے بارے میں اکثر اسے کارلائل کا یہ قول دہراتے ہوئے سنا گیا: "یونی ورسٹی کتابوں کے باغِ عدن کے سوا کیا ہے!" (۲۸)

وولنر کی بیوی میری ایمیلی بلینڈ بھی مشرقی روایات و السنہ کی دل دادہ تھی۔ وہ انگریزی، فرانسیسی اور عربی زبان سے خصوصی شغف رکھتی تھی۔ یہ شادی وولنر کے لیے نیک فال ثابت ہوئی۔ میری اورینٹل کالج کے طالب علموں کو اپنی بصیرت سے بہرہ مند کرتی۔ ڈاکٹر خورشید رضوی نے اپنے عربی استاد صوفی ضیا الحق کے ضمن میں راقم کے ساتھ وولنر کی کئی یادوں کا تذکرہ کیا ہے۔

وولنر کی ذاتی دل چسپی اور اختصاص کا مضمون سنسکرت پراکرت اور پالی تھا؛ لیکن وہ فارسی کا غوّاص اور عربی ادب کا شناور بھی تھا۔ مجھے ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیانی عرصے میں شائع ہونے والے اورینٹل کالج میگزین کے دو شماروں میں اس کا اردو مضمون ملا ہے۔ مضمون کا اسلوب بیسویں صدی کی نثر کے مزاج کے موافق نہایت شستہ و مفرس ہے۔

اوپر وولنر کے سیر و سیاحت کا تذکرہ ہوا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ اس کے پاؤں کو پہیے لگے تھے۔
اس کی خوش خرامی نے اسے کتابوں اور مخطوطوں کی بہم جمع آوری میں بہت مدد دی۔ لاہور میں اس کے مضمون کے ہم کار رفقا میں زیادہ تر ہندو پنڈت شامل تھے۔ وہ ان کی راہنمائی سے سنسکرت کتابوں کے حصول کے لیے طویل سفر کرتا؛ لاہور، دلی، لکھنو، الہ آباد، بنارس، کلکتہ، علی گڑھ، کاشی، پٹنہ؛ یہ سبھی شہر اس کے علمی اسفار کا حصہ ہوتے۔ وہ ان لوگوں میں شامل تھا، جنھیں فطری طور پر زبانیں سیکھنے کا ہنر آتا ہے۔
ہندوستان آنے کے بعد اسے جنوب کی زبانوں اور بنگلہ سے بھی دل چسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کی کولیکشن کے بے بہا مخطوطوں میں بنگالی اور ملیالم زبان کے ایسے نادر ذخیرے بھی کثیر تعداد میں ہیں، جنھیں تاڑ کے لمبے اور پتلے پتوں پر سوزن کی نوک سے لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر حامد علی کے مطابق ”یہ انداز قدیم ہندوستان خصوصاً جنوب میں پرانے، ویدک اور مقدس متون کو محفوظ کرنے کا ہوا کرتا تھا“۔(۲۹) یہ مخطوطے دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی تیاری کے لیے کھجور کے لمبے اور تازہ پتوں کو خشک کیا جاتا، کچے سبزے کی دھونی سے ان کی صلابت بڑھائی جاتی اور آخر میں ان کی سطح کو روغن کا ہلکا رنگ دِکھا کر اوس بھری راتوں میں کھلے آسمان تلے چھوڑ دیا جاتا۔ کئی راتوں کی تپسیا کے بعد یہ پتے اپنے سینے پر ازلی رازوں کے کندہ ہونے کے لیے تیار ہوتے۔ اب ان پتوں کو تراش کر حجم میں ایک جیسا کر لیا جاتا، اوپر تلے جمع کرنے کے بعد ان کے عین وسط سے ڈوری گزاری جاتی جو تمام پتوں کو یک جلدی صورت میں جوڑے رکھنے کا کام کرتی۔ قدیم نسخوں کے لیے یہ ڈوری کیلے کی باریک لیکن مضبوط جڑوں کو کئی بار بل دے کر بنائی جاتی۔ سارے پتروں کے بہم ہونے کے بعد ان کے اوپر اور نیچے مستطیل شکل کی سیاہی مائل لکڑی کے دو ٹکڑے اسی ڈوری سے جوڑ دیے جاتے۔ تقدیسی اہمیت کے حامل نسخوں کی حفاظتی لکڑی خوش بودار صندل کی ہوتی۔ ان ہَستلپیوں کا ذخیرہ مندروں میں رکھا جاتا؛ ایسے کتاب خانے کو ”سرسوتی بھاندارا“ کہا جاتا تھا۔(۳۰) جنوب کے مندروں میں ویدوں اور پُرانوں کو لکھنے کے لیے بعض پتوں پر گلہری کی پُشت کا نایاب روغن بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ ایسے پنّوں پر شِورام کا خاص آشیرباد ہوتا۔ سناتن دھرم کے مطابق: گلہری کی پُشت کے سیاہ نشانوں کو رام کے ہاتھوں کی تھپکی (Pat) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ گلہری کا تیل گراں قدر اور پرانے کاغذ کی عمر میں اضافہ کرنے کے سبب آج بھی قیمتی کتاب خانوں کا جزو مانا جاتا ہے۔ کھجور کے پتوں کے ان مخطوطوں کی کم سے کم عمر ۶۰۰ برس تک مانی جاتی ہے۔ اتنے عرصے کے بعد وقت کا جادو کام کرنے لگتا ہے

اور دیمک کی زبان انھیں چاٹنا شروع کر دیتی ہے۔ سرد موسم میں البتہ ان کی عمر مزید طویل ہو جاتی ہے۔ تبت، نیپال اور چین کے سرد علاقوں میں آج بھی ایسے مخطوطات کے ہزاروں سال پرانے نمونے موجود ہیں۔(۳۱)

الفرڈ نے ان پُستکوں اور ہَستلیپیوں کو بڑی محنت اور ریاضت سے جمع کیا؛ ان کے لیے خاص الماریاں بنوائیں اور انھیں سینت سینت کر رکھا۔ ڈاکٹر خورشید رضوی کے بقول: " صاف شفاف شیشے کے شوکیسوں میں تاڑ کے پتوں پر لکھی سنسکرت کی کتابوں کو دیکھنا میری علمی پیاس میں اضافہ کرتا تھا۔" (۳۲)

ان مخطوطوں تک رسائی میں مقامی ہندوؤں اور پنڈتوں کے علاوہ پنڈت کاشی ناتھ کنٹے، لالہ لبھو رام اور رائے بہادر مالا رام نے اس کی خاص طور پر مدد کی۔ الفرڈ کا مہیا کردہ ذخیرہ اس حوالے سے بھی بہت اہم ہے کہ اس میں پائے جانے والے کئی مخطوطے نمونے کے اعتبار سے 'پُستکی سرشٹی" میں یگانہ ہیں۔ ist.uvivie.ac.at/woolner کے مطابق اس ذخیرے میں سنسکرت میں لکھی جانی والی پہلی فارسی قواعد، مہابھارت کے پہلے فارسی ترجمے اور قرآن کے اولین سنسکرت نسخے سمیت کئی ایسے نادر مخطوطات ہیں جو کسی بھی کتاب خانے کے لیے فخر کا باعث ہو سکتے ہیں۔ جائے تاسف ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد پنجاب یونی ورسٹی میں سنسکرت کے کسی بھی سطح کے استاد کی غیر موجودگی کے سبب اس عظیم مجموعے کی عملی افادیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس وقت پاکستان میں سنسکرت کافی حد تک ناپید بل کہ معدوم زبان ہے۔

یہ ذخیرہ اور بھی وسعت کا حامل ہو سکتا تھا لیکن قضا نے وولنر کا سفر کھوٹا کر دیا۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۵ء میں اس پر ملیریا کا حملہ ہوا۔۔ تمام تر کوششوں کے باوجود اس کی صحت بحال نہ ہو سکی۔ بالآخر ۰۷ جنوری ۱۹۳۶ء کی کہر آلود صبح دس بجے اِپسوِچ کا یہ نابغہ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور اس دار المحن سے گزر گیا۔ انتقال کے بعد پنجاب یونی ورسٹی کی لائبریری میں اس ذخیرے کو" وولنر کولیکشن" کا نام دے دیا گیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد الفرڈ کا یہ بے بہا ذخیرہ انیس سو اَسّی کی دہائی (۱۹۸۸ء) میں پنجاب یونی ورسٹی نیو کیمپس (قائد اعظم کیمپس) منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت یہ ذخیرہ قریباً ڈھائی مرلے کے رقبے کے مربع شکل کمرے میں بیالیس الماریوں پر مشتمل ہے۔ یہ ذخیرہ سنسکرت کے قریباً دس ہزار مخطوطوں پر مشتمل ہے۔ ذخیرے کے انچارج ڈاکٹر حامد علی ہیں جو ذاتی استعداد کی بنیاد پر ہندی لپی سے واقف ہیں۔ کمرہ پنجاب یونی ورسٹی میں لائبریری کے کلّیہ شرقیہ سیکشن میں ہے۔ ان مخطوطوں کی فہرست دو جلدوں میں ہے؛ پہلی جلد خود وولنر کی حیات میں چھپ گئی تھی۔ اس جلد پر ۱۹۳۲ء کا سال درج ہے۔ دوسری جلد وولنر کے انتقال کے بعد ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی۔

وولنر کے اس مجموعے کو حاصل کرنے کی کوششیں کئی ملکوں نے کی ہیں۔ ڈاکٹر مظہر معین (سابق پرنسپل اورینٹل کالج) نے راقم کو بتایا ہے کہ اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ویانا یونی ورسٹی سے ایک وفد پنجاب یونی ورسٹی آیا۔ وفد کا مطالبہ تھا کہ وولنر کولیکشن میں موجود ساری کتابوں کے عکس بنوا کر ان کی آن لائن دستیابی کو ممکن بنایا جائے۔ یونی ورسٹی انتظامیہ نے سینڈیکیٹ کے فیصلے کے بعد اس تقاضے کو نہ مانتے ہوئے صرف مطلوبہ کتابوں کے عکس تک رسائی اور ان کی دستیابی کا وعدہ کیا۔ ہندوستانی حکومت نے بھی پٹنہ یا رام پور یا علی گڑھ کے مخطوطوں کے بدلے وولنر کولیکشن کے حصول کی کوشش کی؛ لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ ان ساری تفصیلات سے وولنر کولیکشن کی اہمیت و افادیت کا بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ۲۰۰۸ء کے بعد سے وقفوں وقفوں سے ان مخطوطات کی برقی عکس سازی کا کام جاری ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ سنسکرت اور ہندی زبان سے آگاہی پیدا کر کے ان تحقیقات کا کھوج لگایا جائے، جن کا آغاز وولنر کے ہاتھوں ہوا۔ وولنر نے اورینٹل کالج میں سنسکرت کے لیے گاہے گاہے جو پروگرام منعقد کروائے، ان کو ڈھونڈ نکالنا بھی اہلِ علم کا فریضہ ہے۔ لاہور کے ثقافتی پس منظر کو سمجھنے کے لیے یہ مساعی ناگزیر ہے۔ وولنر کولیکشن کے ہزاروں مخطوطے بھی سنسکرت اور مشرقی زبان کے کسی پاکستانی محقق کی توجہ کے منتظر ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) Dr Banarsi Das, *"A Life Sketch" included in, "WOOLNER COMMEMORATION VOLUME* (In Memory of The Late Dr A.C. Wollner)" Edited by Muhammad Shafi. Lahore: Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940. P: 02

(۲) یہ تمام معلومات مجھے The Cathedral Church of Resurrection کے نائب پادری جناب مہتاب (لاہور) نے مہیا کی ہیں۔

(۳) یہ اور اس نوع کی دیگر معلومات نادر کاغذات کی نقول کے ہم راہ مجھے ٹرینٹی کالج، آکسفرڈ کے آرکائیوسٹ کلیئر ہاپکنز نے بذریعہ ای میل پہنچائی ہیں۔ کلیئر نے طول طویل ای میلوں سے مجھے کئی نکات، نقشے اور جغرافیائی امتیازات سمجھنے میں معاونت کی ہے۔

(۴) یہ معلومات مجھ تک اپسوچ اسکول کی موجودہ ڈویلپمنٹ ڈائریکٹر نکی براؤن کے ذریعے پہنچی ہیں۔

(۵) ایضاً

(۶) ملاحظہ ہو لنک اور عبارت:https://www.ipswich.school/briefhistory/

Among many interesting facts about Ipswich School is that it is the only school which is mentioned in any of Shakespeare's works. The reference is in Henry VIII, Act iv, Sc. 2, in a reference to Cardinal Wolsey. Queen Catharine (Catharine of Aragon) is in her apartments at Kenilworth with her attendant, Griffith. They are speaking of Wolsey's death and Katharine describes what she sees as the corruption of the man responsible for her divorce from the King. Griffith, however, speaks well of Wolsey and describes his commitment to education. The 'twins of learning' were the school in Ipswich, the Cardinal College of St. Mary, built by Wolsey to give his old school a grand home and its sister, Cardinal College, Oxford.

(۷) بہ حوالہ ۳

(۸) بوڈن اسکالرشپ کے حوالے سے انٹرنیٹ جو معلومات مہیا کرتا ہے وہ لنک سمیت یہ ہیں:

The Boden Scholarship at the University of Oxford was established in 1833 to support students learning Sanskrit.
Lieutenant Colonel Joseph Boden, after whom the scholarship is named, served in the Bombay Native Infantry of the East India Company from 1781 until his retirement in 1807. He died on 21 November 1811, and his will provided that his estate should pass to the University of Oxford after his daughter's death to establish a professorship in Sanskrit. His daughter died in August 1827, the university accepted Boden's bequest in November 1827, and the first Boden Professor of Sanskrit was elected in 1832.

یہ معلومات جس لنک(https://en.wikipedia.org/wiki/Boden_Scholarship)

سے لی گئی ہیں اس میں دیے گئے بوڈن طالب علموں کی فہرست میں الفریڈ وولنر کا نام شامل نہیں ہے۔اس بات کا تذکرہ میں نے کلیئر ہاپکنز سے کیا۔ انھوں نے کمال مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہو ٹرینیٹی کالج سے شائع ہونے والی تاریخ اور کتاب کا عکس مجھے بھیجا جس میں الفریڈ وولنر کا اندراج آخری طالب علم کے طور پر ہے۔

(۹) بحوالہ ۳

(10) Bruce,J.F."A History Of The University Of The Punjab", Lahore 1933. P:128

(۱۱) ملاحظہ ہو نمرتا گنیری کا مضمون: Peter Peterson : The Scottish Sanskrit Scholar (لنک:

https://madrascourier.com/biography/peter-peterson-the-scottish-sanskrit-

/scholar

(۱۲) ڈاکٹر غلام حسین، تاریخ اورینٹل کالج: لاہور، جدید اردو ٹائپ پریس، ص ۱۴۹

(۱۳) ایضاً ص ۴۶

(14) Garrett,H.L.O,"A History of Government College Lahore(1864-1914)",Lahore :Civil and Military Gazette Press,1914. P: 131

(۱۵) اورینٹل کالج میگزین پہلی بار ۱۹۲۵ء میں اشاعت پذیر ہوا، ابتدا میں میگزین چار مہینے بعد شائع ہوتا تھا یعنی سال میں تین نمبر۔ ابتدا میں اورینٹل کالج میگزین دو سیکشنز پر مشتمل تھا۔ اردو سیکشن اور ہندی بھاگ، بعد ازاں اس میں گورمکھی کا حصہ بھی شامل کی گیا۔ ۱۹۲۵ء ہی میں اورینٹل کالج کی موجودہ عمارت تعمیر میں آئی جس کا افتتاح گورنر پنجاب کے ہاتھوں ہوا۔ اس موقع پر وولنر نے اورینٹل کالج کی تاریخ پر تفصیلی مضمون پڑھا۔ اس مضمون کا اردو ملخص اورینٹل کالج میگزین کے پہلے شمارے میں شامل ہے۔ ملخص کے شروع یا آخر میں کسی مترجم کا نام نہیں ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ اردو میں لکھا اور تیار کیا گیا یہ ملخص خود وولنر نے تحریر کیا ہو گا

Garrett,H.L.O,"A History of Government College Lahore(1864-1914)",

Lahore : Civil and Military Gazette Press,1914. P: 104

(۱۶) وولنر کی وفات کے بعد اورینٹل کالج میگزین کے فروری ۱۹۳۶ء کے شمارے کے ہندی بھاگ میں وولنر کے بارے میں ایک مضمون ہے۔ مضمون چار صفحات پر مشتمل ہے؛ اس میں چند انتہائی اہم اور ایسی معلومات دی گئی ہیں جو کسی اور ماخذ سے ہم تک نہیں پہنچی؛ میری دانست میں اردو کے کسی استاد یا مورخ نے ہندی مضامین سے استفادہ نہیں کیا ورنہ معلومات کا ایک نیا جہان سامنے آ سکتا ہے۔ میں نے ہندی مضمون کو انتہائی عرق ریزی سے پڑھا اور استفادہ کیا ہے۔ مضمون کے آغاز یا اختتام میں مصنف کا نام نہیں دیا گیا۔ قیاس کہتا ہے کہ اسے اورینٹل کالج میگزین کے ہندی سیکشن کے مدیر ڈاکٹر لکشمن سروپ نے لکھا ہو گا۔

(۱۷) Bottom کا یہ کردار اپنے مضحک اسلوب اور گدھے کے سر میں منقلب ہو جانے کے لیے مشہور ہے۔ شیکسپیئر نے اپنے مخصوص انداز میں اس مزاحیہ کردار سے حقیقت اور تخیل کے درمیان قائم رشتے جیسی فلسفیانہ پیچیدگی کو روزمرہ مزاح کی صورت میں بیان کیا ہے۔

(۱۸) ”راوی“ (The Ravi) گورنمنٹ کالج لاہور کا معروف رسالہ ہے جس کا اجرا ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ اس زمانے میں راوی ہر مہینے نکلتا تھا اور اس کی ضخامت پچاس صفحے کے قریب ہوتی تھی۔ رسالے کے ساتھ ساتھ یہ گورنمنٹ کالج کی ماہانہ خبروں کو بھی مختصر لیکن بلیغ انگریزی میں بیان کرنے کا کام دیتا تھا۔ گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی اس امر کے لیے لائقِ ستائش ہے کہ اس نے ان تاریخی رسالوں کا ریکارڈ بے حد ترتیب اور تنظیم سے رکھا ہے۔

(19) THE RAVI (The Government College Magazine), vol 5, No 32, June 1910. P: 06

(20) THE RAVI (The Government College Magazine), vol 6, No 33 , July 1910. P: 09

(21) Dr Banarsi Das," A Life Sketch" included in, "WOOLNER COMMEMORATION VOLUME(In Memory of The Late Dr A.C. Wollner)" Edited by Muhammad Shafi. Lahore:Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940. P: 05

(۲۲) "شری ڈاکٹر اے سی وولنر" مشمولہ :اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۳۵ء، جلد ۲، نمبر ۲، ہندی بھاگ، مدیر ڈاکٹر لکشمن سروپ ص ۴ (اصل حوالہ دیوناگری لپی میں ہے)

(۲۳) ایضاً ص ۵

(۲۴) ایضاً ص ۵

(۲۵) ایضاً ص ۶

(26) Bruce,J.F."A History Of The University Of The Punjab",Lahore 1933. P:128

(27) ibid P: 64

(28) BRODRIB,C.W."DR WOOLNER AT OXFORD",included in, "WOOLNER COMMEMORATION VOLUME(In Memory of The Late Dr A.C. Wollner)" Edited by Muhammad Shafi. Lahore:Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940. P: 9

(۲۹) ڈاکٹر حامد علی پنجاب یونی ورسٹی مرکزی کتابخانے میں وولنر کولیکشن سنٹر کے انچارج ہیں۔ ان کا بنیادی مضمون فارسی ہے۔ ہندی لپی سے آگاہ ہیں۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھے آزادانہ طور پر وولنر کے مخطوطے دیکھنے اور ان کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع دیا۔ میں چیف لائبریرین پنجاب یونی ورسٹی استادم ڈاکٹر ہارون عثمانی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس سلسلے میں میری معاونت کی۔

(۳۰) ہندوستانی اپی گرافیکل لغت میں سرسوتی بھاندارا سے مراد سنسکرت، پراکرت یا دراوڑی زبانوں میں لکھے گئے قدیم نوشتے ہیں۔ ملیالم انگریزی لغت میں اس کے معنی ایک ایسے کمرے کے ہیں جہاں رِشی یا مُنی منظم طریقے سے پتوں پر پرانے متون لکھ کر محفوظ رکھتے ہوں۔

(۳۱) ملاحظہ ہو:

https://www.thehindubusinessline.com/news/national/worlds-first-palm-leaf-ma

(۳۲) عالمی شہرت یافتہ محقق جناب ڈاکٹر خورشید رضوی نے وولنر کولیکشن سے متعلق اپنی یادداشتیں مہیا کیں، میں اس کے لیے ان کا ممنون ہوں۔

❖❖❖